

مرزا محمد شہاب الدین سندھو
فرقانیہ اکیڈمی۔ چٹانہ اور بنکھورنا (اٹار)

السانیت دور ہے پر

السانیت
کی تعمیر میں
علم جدید
اور
تہذیب جدید
کی
ناکامی

السانیت کیا ہے؟ انسان محض ایک حیوانی وجود یا ڈارون کے نظریہ کے مطابق ایک ”بڑھیا جانور“ ہی نہیں بلکہ وہ صفت نطق و گویائی سے بھی محض ہے۔ وہ محض گوشت پرست، خون اور ہڈیوں ہی سے مرکب نہیں بلکہ کچھ جذبات و احساسات بھی رکھتا ہے۔ وہ ہاتھ پیر، رنگ و روپ اور بطن و فرج ہی کا مجموعہ نہیں بلکہ عقل و شعور اور فہم و ادراک کی قوتوں سے بھی مالا مال ہے۔ وہ محض ایک جانور ہی نہیں بلکہ ایک ایسے حیرت انگیز ذہن و دماغ کا بھی مالک ہے جس کے سہارے وہ کسی بھی چیز کے متعلق مختلف خیالات و نظریات قائم کرنا، خیر و شر میں تیز کرنا اور منطق و استدلال سے کام لیتا ہے۔

مختصر یہ کہ انسان کا ظاہری و جسمانی نظام ایک حقیقت ہے تو اس کا باطنی و اندرونی نظام بھی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے۔ جس کا انکار کر کے ان مظاہر کی کوئی بھی تشفی بخش تشریح و توجیہ نہیں کی جاسکتی۔ ایک کو ہم جسم سے تعبیر کرتے ہیں تو دوسرے کو روح سے سو ہم کر سکتے ہیں۔ کھانا پینا، سونا، شادی بیاہ کرنا اور جسمانی راحت و آسائش وغیرہ جسم کے مظاہر ہیں تو سوچنا، سمجھنا، محسوس کرنا، نطق و گویائی، عقل و شعور، ذہن و دماغ، قرب حافظہ اور لیل و استدلال وغیرہ سے کام لینا روح کے خواص اول سے جسم کا نشوونما ہوتا ہے تو دوسرے سے روح کی آبادی ہوتی ہے۔

روح کے خواص و اثرات ہی انسان کے عمل و کردار کو جنم دیتے اور اس کے لئے

راہ عمل متعین کرتے ہیں۔ روح کا یہ عمل جب اپنی صحیح سمت اور صحیح رخ میں رواں رہتا ہے تو اس سے حسن اخلاق اور تہذیب و شائستگی کے چہرے چھوٹتے ہیں۔ مگر جب اس کا رخ اور بہاؤ غلط سمت کی طرف ہو جاتا ہے۔ تو پھر بد اخلاقی اور حیوانیت کا عروج ہونے لگتا ہے۔

یہی وہ نقطہ ہے جہاں سے حیوانیت اور انسانیت کی راہیں الگ الگ ہو جاتی ہیں۔ اس دو آئینے پر پہنچ کر ڈاروینیت "اور آدمیت" کی منزلیں جدا جدا نظر آنے لگتی ہیں۔ اور یہی وہ مرکزی مقام ہے جہاں پر انسان بقیہ تمام انواع حیات سے نمایاں و ممتاز نظر آنے لگتا ہے۔ اور لاکھوں انواع حیات میں یہ مرتبہ و مقام سوائے انسان کے کسی اور کو نہیں مل سکا۔

ولقد کرمنا بنی آدم و جعلناہم فی البر والبحر و رزقناہم من الطیبات و فضلناہم علی کثیر من خلقنا تغضیلاً۔ اور ہم نے آدم کی اولاد کو یقیناً عزت بخشی اور انہیں بر و بحر میں سواریاں عطا کیں۔ (خورد و نوش کی) عمدہ چیزوں سے انہیں نوازا اور بہت سی مخلوقات پر انہیں کلی فضیلت بخشی (بنی اسرائیل: ۷۰)

تہذیب جدید کے عناصر | یہ ایک المیہ ہے کہ دورِ جدید میں جسم کی نشو و نما اور اسکی آرائش و زیبائش پر تو بہت زیادہ زور دیا گیا۔ چنانچہ سائنس کی تقریباً تمام تر ترقیاں جسمِ انسانی کو زیادہ سے زیادہ آرام و راحت پہنچانے ہی کے لئے ہو رہی ہیں۔ مگر روح اور اسکی غذا کو کیسر نظر انداز کر دیا گیا، حالانکہ سب سے زیادہ زور اسی پر دینا چاہئے تھا۔

تہذیبِ جدید کے علمبرداروں نے مذہب سے بغاوت کر کے روح اور اس کے مظاہر کو سمجھنے میں دانستہ یا نادانستہ طور پر سخت ٹھوکر کھائی۔ اور مادہ اور اس کے مظاہر ہی کو سب کچھ قرار دے کر انسان کو اخلاقی قیود سے آزاد کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انسانی معاشرہ میں ایک خوفناک قسم کی بے یقینی پھیل گئی، انسانیت دکھی ہو گئی، انفرادی، یا یوسی اور بے چینی کے جراثیم سراپت کر گئے۔ جنہوں نے خود غرضیوں اور تن آسائیزوں کو جنم دیا۔ جب کوئی مقصد حیات ہی نہ رہا اور زندگی کے مصائب و آرام میں سہارا دینے والی ہستی کا مرکزی تصور ہی سرے سے مفقود ہو گیا تو پھر غم غلط کرنے اور ہوم و افکار سے پیچھا پھڑانے کے لئے عیاشیوں اور خرسٹیوں کے نئے۔ نئے طریقے مروجے ہو گئے اور عشرت کدوں کو نئے سرے سے اس طرح آراستہ کیا گیا کہ حیوانیت کے سابقہ تمام ریکارڈ ٹوٹ گئے۔ بقول اقبالؒ:

حیات تازہ آئینے ساتھ لائی لذتیں کیا کیا، رقابت، خود فحشی، ناشکیبائی، ہوسناکی

علم جدید کی ناکامی ایک طرف تو یہ حال ہے اور دوسری طرف طبعی و اجتماعی علوم کی بڑی ترقی اور فراوانی ہوئی اور ہر شعبہ علم میں ”معلومات“ کا ایک انبار لگ گیا۔ اب حال یہ ہے کہ اگر ایک شخص کسی ایک ہی علم کے حصول میں اپنی پوری عمر کھپا دے تب بھی وہ اس کے مالہ و ماعلیہ کا کئی اعلاہ مشکل ہی سے کر سکتا ہے، مگر اس بے مثال علمی ترقی اور عقلی ارتقاء کے باوجود انسان نہ تو مادہ اور اس کے مظاہر ہی کے متعلق مکمل علم حاصل کر سکا ہے اور نہ روح اور اس کے مظاہر ہی کو کا حق سمجھ سکا ہے۔ یعنی مادہ اور روح کے متعلق کسی ایسے قطعی علم یا حتمی صداقت تک نہیں پہنچ سکا جس کو ”عقیدہ“ یا آخری بات کا درجہ دیا جاسکے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسانی علم مسلسل اور گاتار ارتقائی منزلوں سے گزر رہا ہے۔ اور اس کا یہ ”علمی سفر“ کہیں رکنا ہوا یا اپنی آخری سرحد تک پہنچنا ہوا دکھائی نہیں دیتا، جس کے باعث یہ فیصلہ کر دیا جائے کہ اب مزید تلاش و جستجو کی ضرورت باقی نہیں رہی جس کا جی چاہے وہ طبعی علوم (PHYSICAL SCIENCES) اور ان کے ارتقاء کی تاریخ کا مطالعہ کرے۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان نے تمام علوم پڑھ لئے اور قدرت کے بہت سے مخفی رازوں کو بے نقاب کر دیا۔ لیکن خود اپنی ہستی کو سمجھ نہیں سکا اور عرفان نفس کا پتہ لگانہ سکا بلکہ اس کا وجود اب تک اس کی نظروں میں ایک راز بنا ہوا ہے جو کسی طرح کھلتا نظر نہیں آتا۔ بلکہ علم کی جیسے جیسے ترقی ہو رہی ہے اسی نسبت سے اس کا وجود مزید پر اسرار بنتا چلا جا رہا ہے۔

منزل کا فقدان | آج انسانی تمدن ہے انتہاء ترقی کر گیا ہے، یہ ایک حقیقت ہے۔ اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس کا ظاہری و مادی علم انتہائی بلندیوں کو چھو رہا ہے۔ چنانچہ وہ مادی قوتوں کو زیر کر کے اجرام سماوی پر ڈورے ڈال رہا ہے۔ اور کہکشاؤں میں تاک جھانک کر رہا ہے۔ مگر اس کے برعکس اس کی روحانی ترقیاں مکس ہو گئی ہیں۔ اور روح کی غذا مفقود ہو گئی ہے۔ نتیجہ یہ کہ جسم و روح کے درمیان فاصلہ بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے اور انسانیت کی منزل نظروں سے اوجھل ہوتی جا رہی ہے۔

آج کا انسان ایک دورا ہے پر کھڑا ہے اور اس کو اپنی منزل کی کچھ خبر ہی نہیں رہ گئی ہے۔ کہ وہ کدھر جا رہا ہے؟ عقائد و دانشور حیران و سرگرداں ہیں کہ اسکی اصل منزل کیا ہے اور کیا ہونی چاہئے؟ ہر طرف بے یقینی، غن و تخمین، تشکیک و ارتباب اور تخیلات و مفروضات کی گھٹائیں چھائی ہوئی ہیں۔ بے چینی، عدم طمانیت، ذہنی پرانندگی اور انتشار و اضطراب کی ایک

عجیب و غریب کیفیت ہے، جو پورے عالم انسانی پر طاری ہوتی چلی جا رہی ہے۔ تہذیب جدید کے یہ لادینی اور عالمگیر سوغات ہیں، جنہوں نے ذہنوں کو مغلوب و ماؤٹ کر دیا ہے اور پورا ماحول سکوم و زہر آلود ہو چکا ہے۔ بقول علامہ اقبالؒ

یہ عیشِ فراواں یہ حکومتِ یہ تجارت
دلِ سینہ بے نور میں محرومِ تسلی
تاریک ہے آفرنگِ شبنوں کے دھوئیں سے
یہ وادیِ امین نہیں شایانِ تجلی

خطرناک صورتِ حال | موجودہ "مہذب" انسان کے سینے میں یقین و عرفان کی چنگاریاں

مجھ چکی ہیں۔ اس کا ظاہر اگرچہ نہایت آراستہ، بھلکدار، روشِ تر اور رنگارنگوں کو خیرہ کرنے والا دکھائی دیتا ہے، مگر اس کا باطن نہایت درجہ سیاہ، تاریک تر، اور گھناؤنا ہو چکا ہے۔ حقیقت وہ اپنی تمام ترقیوں کے باوجود جہالتِ ربیہ یقینی کی تہہ بہ تہہ تاریکیوں سے باہر نہیں نکل سکا ہے۔

اس کے ظاہر و باطن کا یہ تضاد اس لئے پیدا ہوا کہ اس نے روح اور اس کے تقاضوں کو سمجھنے میں فاش غلطی کی۔ خدائی ہدایت و رہنمائی سے بے نیاز ہو کر اپنی راہ آپ متعین کرنے کے دعوائے بنڈار میں سر رشتہ حیاتِ گم کر بیٹھا۔ انسانیت کے چکر میں ایسا پھنسا کہ منزل کے جو دھندلے سے نقوش باقی رہ گئے تھے وہ بھی مٹ گئے۔ انسانی و اخلاقی اقدار سے بغاوت کی لہریں ایسی اٹھیں کہ جنوں میں راہ کے نشانات اور سنگھائے میل تک کو اکھاڑ پھینک دیا۔ اب اس کے سامنے بالکل اندھیہ اچھا یا بُرا ہے اور ہر چیز مشکوک و بے یقینی نظر آرہی ہے۔ ہر طرف غمگینی اور یاس انگیزی کی اندر ہناک بدلیاں بچائی ہوئی ہیں۔ ایک بے کیفیت سی سونی سونی زندگی ہے جو محض مشینوں کے سہارے رواں دواں ہے۔ ایک مصنوعی اور بناوٹی زندگی ہے جو اندرونی جذبہ سوز سے خالی ہو چکی ہے۔ اور بجائے قلبی سکون و اطمینان کے، جو خدا پرستی کا لازمہ ہے، قلبی اضطراب و اضطراب اور بے چینی و بے قراری ایک عالمگیر شکل اختیار کرتی جا رہی ہے، جو بے خدائیت کا لازمی نتیجہ اور لادینی تہذیب کا سب سے بڑا کرشمہ و تحفہ ہے۔ یہ قلبی اضطراب و انتشار اندر ہی اندر ایک آتشِ نشان لاوے کی طرح پک رہا ہے جو تمام باقیاتِ انسانی کو خس و خاشاک کی طرح ہٹا دے گا۔

ہمارے ماننا چاہتا ہے۔ موجودہ تمام معاشی، تمدنی اور سیاسی فتنے اور جھگڑے فسادات اس اندرونی اضطراب و انتشار کے مظاہر اور اس کی علامتیں ہیں جو خطرہ کے نشان کو پار کر چکی ہیں اور برو میٹر ایک خطرناک طوفان کی خبر دے رہا ہے۔ مختصر یہ کہ آج انسان انسان ہونے کے باوجود انسانیت کے لئے تہیہ دہا ہے۔ اور وہ جیتتی پر آپ مجھ دکھائی دیتا ہے۔

بقول علامہ اقبال -

موجودہ نئے والاستادوں کی گرد گاہوں کا اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
اپنی حکمت کے غم و بیچ میں الجھا ایسا آج تک فیصلہ نفع و ضرر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا

اصل علاج | اب سوال یہ ہے کہ ظاہر و باطن کے اسی تضاد کا علاج کیا ہے؟ موجودہ بخانی بیماریوں کو کس طرح دور کیا جاسکتا ہے؟ کیا موجودہ بگڑی ہوئی انسانیت کی اصلاح ناممکن ہے۔ کیا موجودہ معاشرتی، تمدنی، سیاسی اور بین الاقوامی خرابیوں کو دور نہیں کیا جاسکتا ہے؟ کیا انسان تڑپ تڑپ کر اور ہلک ہلک کر ختم ہو جائے گا۔ یہ ساری خرابیاں دور ہوں تو آخر کیسے اور کیونکر؟ یہ ہیں وہ سوالات جو آج دانشوروں اور انسٹیٹیٹ کے بھی خواہوں کو پریشان کئے ہوئے ہیں۔ تو اس سلسلے میں یہ بنیادی حقیقت فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ تاریخ انسانی کا مشاہدہ اور فیصلہ یہ ہے کہ انسانی سیرت و کردار کو درست کرنے اور ہر قسم کی اخلاقی خرابیوں کے سد باب کے لئے مذہب سے بڑھ کر تو خدا و طاقتور محرک کوئی دوسرا نہیں ہو سکا ہے۔ انسانی ذہن و دماغ کو قابو اور کنٹرول میں رکھنے والی قوت مذہب ہی کی رہی ہے۔ یعنی خوف خدا اور خوف آخرت کے تصورات ہی انسانوں کو برائیوں سے روک سکتے ہیں۔ یہی وہ آزمودہ نسخہ ہے۔ جس کو اپنا کر موجودہ بے ہمار معاشرہ کو قابو میں کیا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ کسی دوسرے علاج سے قطعاً کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ حکومتی سطح پر محض چند قوانین پاس کر دینے سے کوئی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ سرکاری قوانین محض ظاہری اعتبار سے ہی نافذ ہو سکتے ہیں۔ دماغ پر مگرانی نہیں کر سکتے۔ بلکہ آجکل تو حالت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ حکومت کے قوانین کی ملانہ خلاف ورزی کی جا رہی ہے۔ اور دستوری ضوابط کی دھجیاں اڑائی جا رہی ہیں۔ اور حکومت کی پوری مشینری قطعاً ناکارہ بلکہ خاموش تماشائی نظر آ رہی ہے۔

مرضی بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

ایک سوال | اب سوال صرف یہ رہ جاتا ہے کہ کیا دنیا میں کسی ایسے مذہب کا وجود جی ہے جو موجودہ دکھی اور بیمار انسانیت کو بچا سکتا ہو؟ اور اس کے دکھوں کا مداوا کر سکتا ہو؟ کیا کوئی ایسا مذہب ہو سکتا ہے جو موجودہ بے یقینی کی جگہ یقین کی فضا بجالا کر سکے؟ جو ذہنی و فکری کشمکش کی جگہ سکون و طماننت عطا کر سکے؟ جو جسمی روح اور مردہ دلوں میں

سوز و گداز پیدا کر سکے۔؟ جو باہمی نفرت و عداوت کی دیواروں کو منہدم کر کے محبت و مروت کے آشیانے تعمیر کر سکے۔؟ جو جبر و استبداد اور ظلم و زیادتی کو ختم کر کے جمیع حقوق انسانی کو بلا تفریق مذہب و ملت بحال کر سکے۔؟ مختصر یہ کہ کیا اس وقت ایسا کوئی انسانیت نواز، وسیع القلب اور غیر متعصب دین و مذہب موجود ہے جو موجودہ تمام اخلاقی، معاشرتی، تمدنی، سیاسی، اور بین الاقوامی خرابیوں کا انسداد کر کے ایک صالح، پاکیزہ اور تمام مثالی معاشرہ کی تشکیل کر سکتا ہو؟

روحانی کا مینار | تو جواب یہ ہے کہ روئے زمین پر اس وقت صرف ایک ہی ایسا مذہب پایا جاتا ہے جو ان تمام صفات و خصوصیات کا حامل ہے۔ اور وہ ہے اسلام جس کو دین فطرت اور دین رحمت بھی کہا جاتا ہے۔ آپ قرآن اور حدیث کی تمام تعلیمات کا جائزہ لے لیجئے۔ آپ پائیں گے کہ خدا اور بندے کے درمیان تعلقات کی استواری کے بعد سب سے زیادہ زور انسان کو تہذیب و شائستگی سکھانے اور باہمی روابط درست یا حقوق العباد کے تحفظ ہی پر دیا گیا ہے۔ حقوق العباد ایک جامع اصطلاح ہے جس میں معاشرتی، تمدنی، سیاسی اور بین الاقوامی تمام اجتماعی روابط و تعلقات آجاتے ہیں۔

اسلام نے انسانی مساوات، رحمدلی، ایثار اور تمام قوموں سے عدل گستری پر خصوصی توجہ مبذول کی ہے۔ اور اسلام کو دنیا سے روشناس کرنے والے ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی خود ان کمالات و تعلیمات سے مزین و آراستہ رہی جن کا اسلام علمبردار ہے۔ اسلام نے جو کچھ نظری تعلیم پیش کی بغیر اسلام اس کا عملی نمونہ رہے ہیں۔ چنانچہ آپ ایک کامیاب پیغمبر ہونے کے ساتھ ساتھ سب سے زیادہ شریعت، ہدایت، راستہ باز، امین صادق، خوش اخلاق، سب سے بڑے صلح، ہادی، رہبر، ایک کامیاب مرشد، استاد، قاضی، مقنن، ایک بہترین باپ، شوہر، پڑوسی، شہری، ایک بے مثال میڈر، سیاست دان، فوجی جرنیل اور ایک مثالی عابد، زاہد، حق گو، خدا ترس، غرض ہر حیثیت سے مکمل، بے عیب اور فقیہ المثال انسان رہے ہیں۔ یہ کوئی شاعری نہیں بلکہ آپ کی حیات بطریقہ کے یہ سارے نقوش اور آپ کی پاکیزہ سیرت کے تمام انوار تاریخ کے ریکارڈ میں پوری طرح محفوظ و موجود ہیں۔ پوری انسانی تاریخ گواہ ہے اور تمام ناقدین کا متفقہ فیصلہ ہے کہ نظری اعتبار سے اسلام سے بہتر مذہب اور عملی اعتبار سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کامل، بے داغ، اور مثالی انسان کوئی اور نہیں گذرا ہے۔

جو تمام طبقات انسانی کے لئے، بلا تفریق مذہب و ملت، ایک مثالی نمونہ اور آئیڈیل کردار ہو۔
ہندو موجودہ بگڑے ہوئے انسانی معاشرہ کی اگر اصلاح ہو سکتی ہے تو صرف حضرت مہاتما
علیہ وسلم کے پیش کردہ مضابطہ حیات اور نمونہ زندگی کو اپنا کر ہی ہو سکتی ہے۔ نیز موجودہ زخموں سے
نڈھال اور کراہتی ہوئی انسانیت کی مرہم پٹی اگر ممکن ہے تو صرف پیغمبر اسلام کی سیرت طیبہ ہی کی
بدولت اسلام کا بنیادی اور اہم ترین مقصد تمام انسانوں میں تہذیب اخلاق، تزکیہ نفس اور ایمان
و اعتساب کے اعلیٰ صفات پیدا کرنا ہے۔ اور اس کی تمام تعلیمات ہر دور کے تقاضے کے
مطابق افرات و تفریط سے پاک اور متوازن ہیں جن سے انسانیت کی تکمیل ہوتی ہے۔

آج دنیا کو کوئی بھی ازم اور کوئی بھی فلسفہ بچا نہیں سکتا۔ کیونکہ تمام انسانی نظامات اور فلسفے
وقتی و مارضی اور بے عمل و بے کردار ہوتے ہیں۔ محض چکنی چوڑی باتوں، سطحی و خوش نما غروں اور
بلند بانگ و دھوکے دعوؤں سے دنیا کی کاپاپٹ نہیں سکتی۔ اور کوئی بانیدار و دائی نتائج برآمد
نہیں ہو سکتے۔ بلکہ یہ سارے گمراہ کن ازم اور فلسفے یا تو اپنے خود غرضانہ مقاصد کو بروئے کار
لانے کے لئے گھڑے جاتے ہیں یا پھر بے عمل، کام و ذہن کی آسودگی اور نفع مائل کو فروغ
دینے کی خاطر آپ کسی بھی ازم یا فلسفے کا تحلیل و تجزیہ کیجئے ہر ایک کی تہہ میں آپ کو یہ بنیادی
عناصر ملیں گے۔

خدائی علم اور انسانی علم کی خصوصیات | یہ کوئی خوش عقیدگی نہیں بلکہ ایک ناقابل تردید حقیقت
ہے کہ انبیائے کرام کی تعلیمات میں عن و تخمین، شک و شبہ، شاعرانہ تخیلات اور فلسفیانہ شسم
کے معروضات اور دور از کار تاویلات کا کوئی گزر نہیں ہوتا۔ بلکہ ان کی تعلیمات کا ایک ایک حرف
اور ایک ایک جز و جزم یقین و اعتماد و قطعیت سے پُر ہوتا ہے جس سے علم انسانی سرے سے
نا آشنا ہے۔ اس کا ثبوت اسلام کے وہ محکم اور ابدی عقائد و تعلیمات ہیں جن کو علم انسانی عقل
سلیم اور منطق سلیم کی رو سے، اب تک پہنچ نہیں کر سکا ہے۔ اور جن سے بہتر تعلیمات کا
نظارہ چشم فلک اب تک نہیں کر سکا ہے۔ حالانکہ اس کے مقابلے میں انسانی نظریات و
معروضات کے زمین و آسمان ہی بدل گئے ہیں۔ کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جس میں انسانی ساختہ کوئی
نکوئی فلسفہ ٹوٹتا اور اس کی جگہ کوئی دوسرا نظریہ و مفروضہ لیتا ہوا نظر نہ آتا ہو۔

پھر یہ بھی ایک واقعہ ہے کہ دنیا کے تمام جمعی اور شوشلی علوم بھی مل کر اور کل فلسفے اور
نظامات بھی اکٹھا ہو کر نوع انسانی کے لئے ایک قطعی، غیر متغیر اور سب کے لئے یکساں طور پر

قابل عمل مضابطہ حیات وضع کرنے میں پوری طرح ناکام ہو چکے ہیں۔ اپنے اپنے فن کے ماہرین کی پوری پوری ٹیمیں مل کر بھی چند ایسے مضابطہ تک بنانے سے عاجز آچکے ہیں جو ایک دو صدیاں نہیں بلکہ محض چند سالوں تک ہی بغیر کسی ترمیم و اضافے کے چل سکیں۔ اس کا فائدہ مختلف ممالک کے دستوروں اور اسمبلیوں کے بدلتے ہوئے قوانین سے کیا جاسکتا ہے۔ حالانکہ انسان کے سامنے انسانی اجتماعیات کی پوری تاریخ موجود ہے، عمرانیات کے ایک ایک پہلو پر نظر ہے اور تمام علوم جدیدہ میں بے انتہا ترقی کر لی ہے۔

جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے، انسان کی اس ناکامی کا راز یہ ہے کہ انسان نہ تو مادہ ہی کا مکمل علم حاصل کر سکا ہے اور نہ روح اور اس کے مظاہر ہی کو ٹھیک ٹھیک سمجھ سکا ہے۔ لہذا وہ مادہ اور روح سے مرکب ایک انسان کے لئے کوئی ایسا مکمل اور لافانی مضابطہ کیسے وضع کر سکتا ہے۔ جب کہ وہ اس کی اصلیت ہی سے ناواقف ہو!۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان کی موجودہ معلومات علم سے زیادہ پہل سے بہت زیادہ مشابہت رکھتی ہیں۔ اور وہ ذہنی و فکری اعتبار سے انتہائی پسماندہ نظر آتا ہے۔

ایک زندہ معجزہ | اسلام نے پورہ عرصہ قبل بر اصول دنیا کے انسانیت کے رد و بر و پیش کئے تھے اور معاشرہ کی اصلاح و تربیت کے لئے جو جامع مضابطہ وضع کئے تھے انسان کے تمام علوم اور اس کے سارے تجربات مل کر بھی ان پر اب تک کوئی اضافہ نہیں کر سکے ہیں۔ اور نہ وہ کبھی فرسودہ یا ناقابل عمل ہی قرار پاسکے ہیں۔ اور نہ ہی ان میں کبھی حکم و مک اور ترمیم و اضافہ کی ضرورت ہی محسوس ہو سکی ہے۔ یہاں پر ان تبد و نوازدوں سے کوئی بحث نہیں ہے جو محض ذہن و فکری اخلاص، مغرب زدگی اور مرعوبیت کے باعث اسلام کے محکم اور ابدی اصولوں میں بھی تبدیلی کے خواہشمند ہیں۔

اور دوسری حیثیت سے اسلام نے اپنے پیش کردہ عقائد و تعلیمات کے ثبوت میں کائنات کے جن حقائق کو پیش کیا تھا ان کی صداقت آج علوم جدیدہ خصوصاً علوم سائنس کی ترقی کی بدولت روشن سے روشن ہوتی چلی جا رہی ہے۔ یہ حتی و یقینی علم جو نطن و تخمین اور ہر قسم کی شاعرانہ خیال آرائیوں سے یکسر پاک ہے، اسلام کا ایک شاندار اور تحیر خیز معجزہ ہے جس کی مثال پیش کرنے سے پورا علم انسانی اور اس کا کل لٹریچر عاجز و بے بس ہے۔

یہ قطعی و یقینی علم اب ایک ایسی نسی کی موجودگی کی نشاندہی کرتا ہے۔ جو اس کائنات میں ازل سے

موجود ہے اور جس کے علم میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ لہذا وہی وہ واحد ہستی ہو سکتی ہے جو تمام انسانوں کے لئے ایک حکم، ابدی، ناقابلِ تغیر اور ہر زمانے کی ضروریات پر عادی ایک مکمل اور بے عیب ضابطہ تجویز کرے۔

انسانیت کا تقاضہ | انسانوں کے لئے یہ حکم اور ابدی قانون چند منتخب بندوں کے ذریعہ پہنچایا جاتا ہے۔ جو اولین طور پر خود اس قانون پر چلنے والے اور اس کے امین درازدان ہوتے ہیں۔ اس بنا پر ان کی سیرتیں امتیاز کے لئے نمونہ اور آئیڈیل قرار دی جاتی ہیں۔

اس ابدی و سرمدی علم کا تقاضہ ہے کہ انسان اپنی عجز و نارسائیوں کا اعتراف کرتے ہوئے بارگاہِ احدیت میں اپنی جبینِ نیاز جھکا دے اور اپنی عبدیت کا عملی ثبوت پیش کرے۔ اب رہی یہ بات کہ اظہارِ عبدیت کے کیا طریقے ہوں؟ اور مراسمِ عبدیت کیا ہیں؟ تو یہی بات انبیائے کرام کی معرفت بتائی اور سکھائی جاتی ہے۔ مراسمِ عبدیت یا اپنی زندگی کے طور طریقوں کو سیکھنے ہی کا نام "شریعت" ہے، جس سے مذہب بحث کرتا ہے۔ اس جذبہٴ عبدیت کے اظہار کی اعلیٰ اور نمایاں ترین مثالیں چونکہ انبیائے کرام کی سیرتوں ہی میں ملتی ہیں۔ اس لئے انبیائے کرام کی پاکیزہ اور بے عیب سیرتیں بہت دنیا تک نوعِ انسانی کے لئے روشنی کا منارہ قرار دی گئی ہیں۔ ان میں سے اعلیٰ اور مکمل ترین سہرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے جس سے آج انسانیت کی تکمیل ہو سکتی ہے۔

معیار انسانیت | انسان ایک لحاظ سے حیران ہے اور دوسرے لحاظ سے مرستہ یعنی اس میں کچھ تو حیوانی صفات پائی جاتی ہیں جو اس کے جسمانی مظاہر سے تعلق رکھتی ہیں اور کچھ روحانی امور بھی، جنہیں بروئے کار لا کر وہ فرشتوں کی صف میں داخل ہو جاتا ہے۔ ان دونوں میں توازن اور مساوات ہی کا نام انسانیت ہے۔ جب تک کسی شخص میں یہ دونوں صفات برابر برابر موجود رہتی ہیں، اس کی آدمیت بھی متوازن و برقرار رہتی ہے۔ مگر جب یہ توازن بگڑ جاتا ہے اور افراط و تفریط رونما ہونے لگتی ہے تو پہلی صورت میں حیوانیت و فحاشی کا ظہور ہوتا ہے، دوسری صورت میں عریاں ہندیب کے کرشمے رونما ہوتے ہیں۔ اور انسانیت و خود غرضی کے ٹکڑے ٹکڑے ہوتے ہیں۔ اور دوسری صورت میں مہمانیت یا قدین سنگاچہ آرائیوں سے کنارہ کشی جنم لیتی ہے۔

لہذا ایک انسان کی مکمل انصاف بننے کے لئے حیوانی مظاہر اور ملکیتی خصوصیات یا اخلاقِ حسنہ میں کامل توازن برقرار رکھنا ضروری ہے۔ یہی اسلام کی تعلیم اور دینِ فطرت کا مخلصہ و جوہر ہے۔

اس کی تعلیم تمام انبیائے کرام دیتے رہے ہیں۔ اور اس میں سارے عالم انسانی کی فلاح و کامران مضمر ہے۔۔۔۔۔ یہ جسم و روح یا دین و دنیا کا حسین امتزاج اور وہ جامع و متوازن نقطہ نظر ہے۔ جس کی مثال دنیا کے کسی دوسرے مذہب میں نہیں ملتی۔

ان لربك عليك حقاً، ولنفسك عليك حقاً، ولاهلك عليك حقاً، فاعط كل ذي حق حقه: یقیناً تمہارے رب کا بھی تم پر حق ہے، تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے اہل و عیال کا بھی تم پر حق ہے۔ پس تم ہر ایک حقدار کو اس کا حق ادا کرو (بخاری)

مطبوعات بیگم ہالیوں ٹرسٹ رجسٹرڈ — لاہور

مشہور تاریخی واقعات دوسرا ایڈیشن | از سید نعیم احمد جامعی۔ مقدمہ از سید نعیم زیدی۔ اسلامی تاریخ کے ایسے واقعات جو اپنے آثار و نتائج کے اعتبار سے سوائے عبرت بن گئے ہیں۔ حوالہ جات مستند اور انداز بیان دلکش ہے۔ کتاب کے آئینہ خطبہ حجة الوداع مع متن شامل کیا گیا ہے۔ قیمت ۷۰ روپے۔

سید عثمان بن عفانؓ اللہ اور رسولؐ کی نظر میں | از شیخ محمد نعیم ہالیوں بی۔ اے۔ مقدمہ از مولانا محمد سعید ندوی۔ مستند احادیث اور آیات قرآنی کی روشنی میں مرتب کی گئی ہے۔ اور تفسیر سوم کی سیرت و سوانح کو نہایت جامعیت کے ساتھ تمیز کیا گیا ہے۔ یہ اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن ہے۔ اور اس میں سر سلطان محمد آغا خان مرحوم کے اس مقدمے کا ترجمہ بھی شامل کیا گیا ہے، جو انہوں نے محمد اے عاریث کی تصنیف دی گریڈ امیڈ کے لئے لکھا تھا۔ قیمت ۱۰ روپے۔ فضائل صحابہؓ دال بیت | مصنفہ حضرت شاہ عبدالعزیز علف الرشید امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ اس کتاب میں حضرت شاہ صاحب نے وہ اسباب و مل بیان فرمائے ہیں جن کے باعث امت مسلمہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ مقدمہ محمد ایوب قادری ایم۔ اے۔ نے لکھا۔ قیمت ۷۰ روپے۔

جواہر العلوم | مصنفہ علامہ طحطاوی مصری۔ ترجمہ: مولانا عبدالرحیم کلاچوی۔ یہ کتاب آیات قرآنی متعلقہ مناظر قدرت کی دلکش تفسیر ہے، ایسے اچھوتے اغلاز میں کمی گئی ہے۔ کہ پڑھتے ہوئے دید و دل کو سرور ملتا ہے۔ قیمت ۷۰ روپے۔

ناظم بیگم ہالیوں ٹرسٹ رجسٹرڈ۔ ۲۵ ریلوے روڈ۔ لاہور

حدسہ انوار القرآن | انجمن خدام الدین نوشہرہ ضلع پشاور کے زیر اہتمام پیر پائی ریلوے اسٹیشن کے قریب اکابر علم و تحقیق کے دانشور کے انجمن کے تعلیمی شعبہ دارالعلوم انوار القرآن کا سنگ بنیاد رکھا گیا ہے۔ اس جگہ ایک مسجد اور دو منزلیں درگاہ کی عمارت کا پردہ گرام ہے۔ انشاء اللہ اہل خیر کی توجہات کی ضرورت ہے۔۔۔۔۔ مولانا احمد عبدالرحمان ناظم انجمن خدام الدین نوشہرہ ضلع۔